

گم شدہ محبت

انجم انصار

قسط 3

انسان نہ کچھ ہنس کر سیکھتا ہے، نہ رو کر سیکھتا ہے، جب بھی سیکھتا ہے یا کسی کا ہو کر سیکھتا ہے یا پھر کسی کو کھو کر سیکھتا ہے... چونکہ لوگ دل کے امیر کم، کم ہوتے ہیں، اس لیے زندگی کی کتاب میں اتنی غلطیاں نہ کرو کہ پنسل سے پہلے ربڑ ختم ہو جائے اور توبہ سے پہلے زندگی...

جو آنکھوں اوٹ ہے چہرہ اسی کو دیکھ کر جینا
یہ سوچا تھا کہ آساں ہے مگر آساں نہیں ہوتا
نہ بہلاوا نہ سمجھوتا، جدائی سی جدائی ہے
ادا سوچو تو خوشبو کا سفر آساں نہیں ہوتا

محبت کے انوکھے روپ سنوارتی ایک حسین تحریر......



آفس آتے آج مجھے تین دن ہو گئے تھے اور ابھی تک میری ملاقات ندیم خان سے نہیں ہوئی تھی۔'' وہ اصولوں کا پابند شخص ہے...... '' فرزانہ بارہا مجھے بتا چکی تھی مگر مجھے ایسی باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ آج بھی مجھے آفس آنے میں دیر ہو گئی تھی مگر مجھ سے کسی نے باز پرس نہیں کی تھی...... حد تو یہ تھی کہ فرید صاحب نے بھی کچھ نہیں کہا تھا۔

'' ظاہر ہے سب جانتے ہیں کہ اتنی قابل ایڈیٹر کہاں مل سکتی ہے۔'' میں نے اپنے آپ پر از خود فخر کرتے ہوئے سوچا۔ '' میں کوئی پیون (چپڑاسی) تھوڑی نہ ہوں...... جو وقت پر آفس پہنچوں......''

اور جب پیون نئے آنے والے میگزین کی کاپی میری ٹیبل پر رکھ کر گیا تو اس کے صفحات کی ورق گردانی کرتے ہوئے میرا خون کھول سا گیا...... میگزین میں کی گئی غلطیوں کو ریڈ قلم سے انڈر لائن کیا گیا تھا...... بلکہ صحیح سطروں کو خواہ مخواہ لہولہان کر دیا گیا تھا۔

'' یہ سب کس نے کیا ہے؟''

میگزین کی ایڈیٹر تو میں ہی تھی...... اور میرے کیے گئے کام میں کس نے یہ خنجر آزمائی کی ہے کہ ریڈ قلم کے کثرت سے استعمال نے میرے میگزین کو لالولال کر کے رکھ دیا تھا۔

'' یہ سب کس نے کیا ہے؟'' میں غصے میں فرزانہ کے کیبن میں گئی کہ میرا پکا خیال تھا میری غیر موجودگی میں وہی عالمہ بنی ہوگی اور میرے منتخب کیے ہوئے میٹر میں اس نے ہی کیڑے ڈالے ہوں گے۔

'' اب کیا ہو گیا......؟'' فرزانہ نے کی بورڈ پر اپنی انگلیاں روک کر مجھ سے پوچھا...... اس کا مسکراتا چہرہ علیحدہ سوال کر رہا تھا کہ آج کا دن تو شاید مجھ پر ہنسنے کے لیے تھا۔

'' فرزانہ یہ سب کیا ہے؟ کیوں کیا ہے تم نے یہ سب؟''

میں نے ریڈ قلم سے خون آلود میگزین کا ایک صفحہ اس کے سامنے لہرایا۔

'' میں کیوں کروں گی...... ایسا سب کچھ۔'' فرزانہ نے پاس بیٹھی ناعمہ کو دیکھ کر کہا۔

'' ارے مجھے بھی دکھانا ذرا۔'' ناعمہ نے میگزین رغبت سے دیکھا اور پھر مسکرا کر بولی۔ '' اوہ...... تو...... تو...... یہ آٹو گراف ندیم خان نے تمہیں دیا ہوگا۔''

'' کیا مطلب......؟'' میں چونکی۔

'' نئے ایڈمن آئے ہیں ناں...... تو انہیں اپنی قابلیت کسی نہ کسی طرح تو دکھانی ہوگی۔'' ناعمہ نے بھی میرے زخموں پر نمک چھڑکتے ہوئے کہا۔

'' کیا مطلب......؟''

'' یہی کہ جو کام تم نہیں جانتی ہو...... وہ سیکھ لینے میں کوئی حرج تو نہیں ناں......'' وہ مجھے تپانے سے باز نہیں آرہی تھی۔

'' میں صبا رحیم جس نے جرنلزم کی ڈگری لینے میں گولڈ میڈل حاصل کیا تھا اسے لکھنا نہیں آتا۔ میں جو ٹاپ کے اخبارات میں آنریری کام کر کے بہترین رائٹر کے سرٹیفکیٹ لے چکی ہوں، مجھے لکھنا نہیں آتا۔ میں جسے ہر دوسرا پروڈکشن ہاؤس جاب دینے میں سوچ بچار نہ کرے...... اسے کام کرنا ہی نہیں آتا؟'' میں آخر برس ہی تو پڑی۔

'' مگر یہ میں نے نہیں کیا...... تو غصہ مجھ پر کیوں اتار رہی ہو...... اگر اتنی ہی ہمت ہے تو سامنے والے کمرے میں چلی جاؤ...... وہاں ندیم خان بیٹھے ہیں۔'' فرزانہ نے مجھے اچھا خاصا اکسایا۔

اور چند ہی لمحوں بعد میں اجازت مانگے بغیر ندیم خان کے کمرے میں موجود تھی...... غصے کے مارے میری بری حالت تھی۔

''جی فرمائیں۔'' ندیم خان کام کرنے کے دوران قدرے رک کر میری طرف دیکھ کر بولے۔اور چشمہ آنکھوں سے اتار لیا۔

''یہ میرے میگزین کو لالو لال کر کے آپ نے رکھا ہے؟'' میرا لہجہ تلخ تھا۔

''جی...... '' وہ وثوق بھرے لہجے میں بولے۔

''میں نے جو کہانی اشاعت کے لیے منتخب کی تھی آپ کو اس میں کیا برائی نظر آئی۔'' میں خاصی روہانسی بھی ہو رہی تھی۔

''کہانی کا پیغام منفی نوعیت کا تھا......'' جواب دو ٹوک تھا۔

''مگر یہ ایک سو فی صد سچی کہانی تھی...... اس لڑکی کے ساتھ ایسا ہی ہوا تھا...... کیا ہمیں سچی تحریریں نہیں لگانی چاہئیں...... یا صرف جھوٹی خبروں کے ساتھ، ساتھ میگزین کا میٹر بھی جھوٹ پر مبنی ہونا چاہیے؟''

''ہمیں ایسے سچ کو ہرگز نہیں شائع کرنا...... جو دوسروں کو غلط راہ پر لے جائے...... اگر ایک لڑکی کو اس کے محبوب کی بے وفائی کا سامنا کرنا پڑا ہو تو وہ اسے سزا دینے کے لیے گھر چھوڑ دے اور ایسی انجانی منزل پر روانہ ہو جائے جس کا انجام اسے معلوم ہی نہ ہو...... اس سے بڑھ کر بے وقوفی نہیں ہوا کرتی۔''

''میرا مقصد تو یہ بتانا تھا کہ سزا صرف مرد ہی نہیں خواتین بھی دے سکتی ہیں۔''

''مگر یہ تو کوئی طریقہ نہیں ہوا...... اپنے والدین، بہن بھائیوں کو بتائے بغیر ایک جوان لڑکی ٹرین کا ٹکٹ لے کر بیٹھ جائے تاکہ بردہ فروش اسے پکڑ کر لے جائیں...... آپ کیا سکھانا چاہ رہی ہیں؟''

''مگر وہ لڑکی جوڈو کراٹے کی ماہر تھی۔''

''اسلحے کے سامنے کوئی کچھ نہیں کر سکتا...... اور آئندہ آپ کے میگزین کا تمام میٹر پہلے چیک ہوگا۔''

''اوہ تو یہ بات ہے۔'' میں نے ناک سکوڑی۔ ''اور کچھ......''

''یہ کہانی جو آپ نے شائع کی ہے آئندہ شمارے کے لیے اس کہانی کا دوسرا اور اختتامی حصہ آپ خود لکھ کر مجھے دکھائیے گا۔''

''میں سمجھی نہیں آپ کا مطلب......؟''

''تاکہ کہانی کی وجہ سے جو منفی پیغام ہمارے قارئین کو دیا گیا ہے اس کی تلافی ہو سکے...... اور یہ کہانی ایک مثبت سوچ بھی عطا کرے......'' ان کا انداز کچھ ایسا تھا جیسے وہ کوئی پروفیسر ہوں اور کسی کند ذہن طالبہ سے مخاطب ہوں۔

''پھر یہ اس لڑکی کی کہانی تو نہیں رہے گی۔'' میں نے بھی تو فگی سے باور کرایا۔

''مجھے اس سے سروکار نہیں ہے...... کیا آپ کو کہانی لکھنے میں کوئی مشکل ہے تو مجھے بتائیں۔'' لہجہ پُر رعب تھا۔

''مجھے کیا مشکل ہو گی۔'' میں کندھے اچکا کر بولی اور واپس اپنے کیبن میں چلی آئی۔

مگر یہی جو بات تھی مجھے ندیم خان بالکل اچھا نہیں لگا تھا۔ وہ بلاشبہ ایک خوب صورت جوان تھا مگر تکبر سے مزین تھا۔ آفس میں آتے ہی اس نے ہر معاملے میں گھسنے کی ٹھان لی تھی۔

اگلے دن جب میں لنچ بریک کے اوقات کے بعد کھانا کھانے باہر نکلی تو وہ سامنے آ کر بولا۔

''آپ کا لنچ بریک ختم نہیں ہوا کیا ابھی تک؟''

''وہ اس لیے نہیں ہوا کہ میں ابھی آئی ہوں۔ میں بریک ٹائم میں فرید صاحب کے ساتھ میٹنگ میں موجود تھی۔''

''اوہ سوری...... مگر میں آئندہ فرید کو بھی کہوں گا کہ بریک یا چھٹی کے اوقات میں کسی قسم کی کوئی میٹنگ نہیں

رکھی جائے۔“

”اگر آپ کو کوئی اعتراض نہ ہو تو میں اپنا لنچ مکمل کرلوں؟“ میرا لہجہ تمسخر آمیز سا تھا۔

”وائے ناٹ...... آپ کھائیں ناں۔“ وہ ایک اچٹتی سی نظر میرے لنچ باکس پر ڈالتا ہوا اپنے کمرے میں چلا گیا۔

”ہونہہ یہ اوقات ہوگئی ہے اب میری...... کہ میں اس لمبوسے پوچھ کر لنچ کروں گی......“ اب میں اپنے کیبن میں آکر نہ صرف لنچ کررہی تھی بلکہ مسلسل بڑبڑا بھی رہی تھی۔

”اس طرح کی شوبازی کی باتیں کر کے پتا نہیں وہ ثابت کیا کرنا چاہتا ہے۔ نیا، نیا آیا ہے ناں...... اس لیے اترائے گا تو سہی...... دیکھ لیا ہوگا...... کہ اس دفتر میں کام کرنے والی لڑکیاں سب ایک سے بڑھ کر ایک خوب صورت ہیں، ان پر اپنا رعب تو ڈالے گا ناں...... ہونہہ باؤلے کو کپڑے پہننے کی تمیز ہے نہیں چیک والی شرٹ پر لائن دار پتلون پہن آیا، اس کو تو جینز پہننی چاہیے۔ ہونہہ مجھے کیا...... وہ بے شک شیروانی کے ساتھ شارٹ پہن آئے...... میں نے کون سا اسے نظر اٹھا کر دیکھنا ہے۔“ میری بڑبڑاہٹ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔

”سارے کھانے کا سواد ہی ختم کرگیا...... منحوس کہیں کا۔“

میں پانی پینے کے لیے مڑی تو ایسا لگا جیسے کوئی سایہ تیزی سے آگے بڑھ گیا ہو۔

”شاید یہ میرا کوئی واہمہ تھا......“ میں نے سوچا...... کہ اکثر ایسے واہمے میرے ساتھ ہوا کرتے تھے کہ اگر میں کسی سوچ میں محو ہوتی اور آنکھیں بند کر کے کھو سی جاتی...... تو آنکھیں کھولنے پر ایسا ہی لگتا جیسے کوئی گزرا ہو۔ امی کا کہنا تھا کہ یہ ہمارے خیال ہوتے ہیں جو ایک کے بعد ایک آتے جاتے ہیں۔ فرح خالہ اس کو اثرات کا نام دیا کرتی تھی کہ ہمارے گھر پر کوئی اثر وثر ہے...... جب ہی تو خالہ کو کوئی سفید چیز یوں تیزی سے جاتی نظر آتی ہے۔

مگر اس وقت میرا یہ پکا خیال تھا کہ یہ میرا کوئی واہمہ نہیں بلکہ وہ فرزانہ تھی...... آج وہ سفید سوٹ میں آئی تھی اور اسے ہی لوگوں کی باتیں چھپ کر سننے کا شوق تھا...... اب وہ میری باتوں کو چار سے ضرب دے کر آگے پہنچائے گی...... میں نے سوچا۔

”کہتی ہے تو کہہ دے، میری بلا سے، میں کون سا کسی سے ڈرتی ہوں۔ ہاں، اب کوئی ایک کہے گا تو میں اسے چار سناؤں گی۔“ میں نے اپنے آپ کو تسلی دی۔

فرزانہ کے کیبن سے ہنسی کی آواز آئی تو مجھے پکا یقین ہوگیا کہ اب وہ میری ہی باتوں کی چاٹ بنا کر مزے لے رہی ہے۔

”اتنی اچھی لڑکی ہو کر کتنی عجیب حرکتیں کرتی ہے یہ بھی......“ میں پھر بڑبڑائی۔

”کبھی یہ فرید صاحب کے روم کے باہر کھڑے ہو کر باتیں سنا کرتی ہے تو کبھی کسی اور کے...... اور پھر اسے کلی سے پھندنا بنانے کا فن بھی آتا ہے...... کہ اپنے فیانسی ساجد کو ہر وقت ہنساتی ہی رہے۔ میری بلا سے تم جو دل چاہے کرو۔“ پانی کا گلاس پی کر میں نے اپنا لنچ بکس بند کردیا...... وہ بھوک جو چمک کر لگی تھی وہ اچانک ہی ختم ہوگئی تھی۔

اس آفس کے ورکرز کو تو کسی خفیہ ایجنسی میں کام کرنا چاہیے تھا۔ ہر شخص ہر ایک کی ٹوہ میں ہر وقت لگا رہتا تھا۔

”یہ کھالو، تم نے دوپہر کا کھانا بھی پورا نہیں کھایا ہے۔“ شام کی چائے پیتے ہوئے جب فرزانہ نے مجھے برگر دیتے ہوئے کہا۔ تو مجھے پورا یقین ہوگیا کہ اس نے میری بڑبڑاہٹ پوری طرح سن لی تھی۔

”تمہیں کیسے پتا چلا کہ میں نے کھانا نہیں کھایا؟“

”پیون تمہارے لنچ بکس کو دھونے کے لیے لے کر گیا تھا...... تو وہ چائے کے ساتھ آلو بھرے پراٹھے کھا رہا تھا۔“

''اور تمہیں تو ہر بات پتا ہوتی ہے سب کی۔'' میں نے تمسخرانہ لہجے میں ذو معنی بات کی۔

''ظاہر ہے پتا بھی ہونی چاہیے، اخبار کے دفتر میں کام کرتی ہوں، خبریں خود چل کر میرے پاس آتی ہیں اور......''

''اور جو نہیں آتیں اُن کو پکڑنے تم خود چلی جاتی ہو۔'' میں نے اس کا ادھورا جملہ پورا کیا......اور ابرو چڑھا کر اسے دیکھا۔

علی اثبات میں سر ہلا کر مسکرانے لگا اور فرزانہ......مجھ سے بے نیاز ہو کر ساجد علی کو چائے کا دوسرا کپ دینے لگی۔ جیسے کہ اس نے میری بات سنی ہی نہیں ہو یا اگر سن بھی لی ہو تو اس کا جواب دینا ضروری نہ سمجھا ہو۔

ناعمہ کا بھی یہ خیال تھا کہ ندیم خان ایک تکبر بھرا انسان ہے اور خواہ مخواہ رعب دکھانے کے لیے آیا ہے۔

''یہ تمہیں کیسے پتا چلا......؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔

''میں نے کئی بار اسے موبائل پر چیختے چلاتے ہوئے دیکھا ہے......کل بھی اور پرسوں بھی ایسا لگ رہا تھا کہ جس کو وہ ڈانٹ رہا ہے اگر وہ اس کے سامنے ہوتا تو اسے کچا ہی چبا جاتا۔''

''ارے ایسے ہی شو آف کر رہا ہوگا......کہ دیکھو میں ایسا بھی ہوں۔'' میں نے ہنس کر کہا۔

''نہیں، اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ میں اسے دیکھ رہی ہوں اور اس کی باتوں کو سن بھی رہی ہوں۔ حالانکہ میں اس کے قریب ہی فوٹو شوٹ کر رہی تھی۔''

''جیسے تم اسے دیکھ رہی تھیں اور پوز یہ کر رہی تھیں کہ تمہاری توجہ اس کی جانب بالکل نہیں ہے، بالکل ایسے ہی وہ بھی کر رہا ہوگا۔''

''اب یہ سب تو مجھے نہیں معلوم۔''

''فرید صاحب کا دوست ہے ناں۔'' میں نے رازدارانہ لہجے میں کہا۔

''ہاں، یہی سنا ہے اسکول سے کالج بلکہ یونیورسٹی تک کی دوستی رہی ہے۔''

''تو وہ بھی ویسا ہی ہوگا......جیسے ہمارے بگ باس ہیں۔''

''ہم چاہتے ہیں کہ سب لوگ ایکٹو ہو جائیں......ہم چاہتے ہیں سب لوگ رات کو بھی دن سمجھیں۔'' میں نے فرید صاحب کی نقل اتاری۔

''ہاں یہ تو تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔'' ناعمہ نے قہقہہ لگایا۔

''کسی کو پہچاننا ہو تو اس کے دوستوں کو دیکھ لو......وہ بھی ویسا ہی ہوگا......اور تو مجھے پتا نہیں بس وہ زہر لگتا ہے۔'' میں نے بے دھڑک کہا۔

''رائٹ۔'' ناعمہ نے ہنس کر کہا۔ اور اس وقت مجھے یہ قطعی نہیں معلوم تھا کہ یہ جملہ میرے سامنے لوٹ کر بھی آسکتا ہے۔

''ناعمہ باجی آپ اپنے کیبن میں چلی جائیں......ندیم سر ناراض ہو رہے ہیں۔'' پیون کسی کام سے گزرا اور کیبن میں جھانک کر بولا

''ارے میں تو ابھی آئی ہوں، اُن سے جا کر کس نے کہہ دیا کہ میں صبا کے پاس ہوں۔'' ناعمہ نے حیرت سے کہا۔

''انہیں سب پتا چل جاتا ہے اگر میں اپنی سیٹ پر بیٹھا سو جاؤں تو وہ اپنے کمرے میں بیٹھے، بیٹھے بتا دیتے ہیں۔''

''ارے شاکر بھائی کیا بات کر رہے ہو...... تمہارے خراٹے سن کر تو اوپر کے فلور والوں تک کو پتا چل جاتا ہے کہ تم سو رہے ہو......'' ناعمہ نے ہنس کر کہا اور چائے پیے بغیر چل دی...... کہ ندیم خان کا یہ رعب تو سب پر پڑ گیا تھا کہ اب اپنی سیٹ چھوڑ کر گھومنے کا دورانیہ کم سے کم ہو رہا تھا۔

☆☆☆

فرح خالہ کی برتھ ڈے تھی...... ان کا گفٹ خریدتے ہوئے میں قدرے دیر سے آفس پہنچی تھی اور سوچ رہی تھی آج میں فرید سر سے کہہ کر شام کو جلدی گھر چلی جاؤں گی۔ اب خالہ کی برتھ ڈے میں ارینج نہیں کروں گی تو کون کرے گا...... وہ ہمہ وقت میرا اور امی کا اتنا خیال رکھا کرتی تھیں اور اب ان کی سالگرہ ایک چھوٹی سی خوشی تھی ہم سب کے لیے...... اور میں اسے بھرپور انداز میں منانا چاہتی تھی۔ میں نے ان کی یونیورسٹی کی دو پرانی سہیلیوں کو انہیں بتائے بغیر مدعو بھی کر لیا تھا...... مجھے معلوم تھا کہ وہ ان کو دیکھ کر از حد خوش ہوں گی۔

فرح خالہ کو پہلے سے کچھ نہ پتا چلے...... یہ سوچ کر میں آج آفس سے واپسی پر کھانے پینے کا سامان باہر سے خرید کر لے جانے کا پلان بنا چکی تھی۔

''جاؤ اسے فرید سر کو دے آؤ......'' پیون آیا تو...... تو میں نے ہاف ڈے کی اپلی کیشن لکھ کر دیتے ہوئے کہا۔ میں نے فرید سر سے بات کرنے کے بجائے اپلی کیشن دینی زیادہ بہتر سمجھی۔

''باجی سر بہت ناراض ہیں...... اور آپ کو اپنے آفس میں بلا رہے ہیں...... اور کہہ رہے ہیں کہ فوراً آئیں آپ......'' پیون دو منٹ میں ہی کسی بوتل کے جن کی طرح حاضر تھا اور گھبرائے ہوئے لہجے میں بولا۔

''تم سر سے کہہ دو، میں کام کر رہی ہوں، فارغ ہو کر آتی ہوں۔'' میں نے رسان سے کہا...... ان کے بلاوے کو میں نے بھی سنجیدگی سے لیا ہی نہیں تھا۔

اور اب میں دھیمے لہجے میں گنگناتے ہوئے آج کا آیا ہوا میٹر پڑھنے میں محو تھی۔

پیون پھر آیا اور اس نے کچھ کہنے کے بجائے دروازے کو ناک کر کے مجھے متوجہ کرنے کی کوشش کی۔

''کہہ دیا ناں...... میں مصروف ہوں، اس لیے نہیں آسکتی، یہ کام کا ٹائم ہے میرا...... تم بگ باس سے پھر کہہ دو...... ویسے بھی انہیں ایک دفعہ کی بات سمجھ میں نہیں آیا کرتی۔'' میں نے سر جھکائے جھکائے کہا۔

''آپ بہت مصروف ہیں اس لیے میں خود حاضر ہو گیا ہوں۔'' طنزیہ لہجے میں کہا گیا۔

میں نے گھبرا کر دیکھا تو ندیم خان میرے کیبن کے دروازے پر ایستادہ تھے۔

''سر آپ؟'' میرا لہجہ حیرت زدہ تھا۔

''اگر کوئی آپ کو بلائے تو آپ کو آنا بھی گوارا نہیں ہوتا......'' وہ غصہ ضبط کر کے پوچھ رہے تھے۔

''سر، میں نے کہا تھا پیون سے وہ......'' میں ہکلائی۔

''ہاں یہی کہ ایک دفعہ کی بات میری سمجھ میں نہیں آیا کرتی۔'' انہوں نے جملہ مکمل کیا۔

''مس صبا...... کوئی تمیز تہذیب بھی ہوتی ہے۔'' وہ جملہ کہہ کر کے مگر میرا تو دماغ ہی کھول کر رہ گیا تھا...... ندیم خان مجھ سے اس طرح گفتگو کریں گے یہ تو میں نے سوچا بھی نہیں تھا۔

اب جمعہ، جمعہ چار دن سے آفس آنے والے یہ حضرت مجھے تمیز و تہذیب سکھانا چاہتے ہیں...... میں اب سیٹ سے اٹھ کر عین ان کے سامنے کھڑی تھی۔ اور مارے غصے کے میرا پورا وجود کانپ رہا تھا۔ میرا بس نہیں چل رہا تھا کہ کیا کچھ کر ڈالوں......

''مس صبا رحیم......!'' انہوں نے رسان سے پکارا۔

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس وقت مجھے ان کی شکل دیکھنے تک کا دل نہیں کر رہا تھا۔

''آپ نے یہ ایپلی کیشن بھیجی تھی۔''

میں نے اس کا بھی کوئی جواب نہیں دیا کہ میں جو دل چاہے کروں، تم ہوتے کون ہو......؟ یہ سب میں اپنے دل میں سوچ رہی تھی۔

''اس ایپلی کیشن کو اپنے پاس رکھیے۔'' مزید کچھ کہنے سے قبل انہوں نے مجھے دیکھا۔ مجھے ایسا لگا جیسے وہ بہت کچھ کہنا چاہتے ہیں یہ آفس کے لوگوں پر اپنی دھاک بٹھانے کے لیے آج اترانے کی غرض سے مجھے باتیں سنانے آئے ہیں۔ میں نے کھولتی ہوئی نفرت بھری آنکھوں سے انہیں ایک بار پھر دیکھا۔ اس لمحے شاید وہ زبردستی کی مسکراہٹ اپنے لبوں پر سجائے کھڑے تھے۔

میرا دل چاہ رہا تھا...... اپنے سامنے کھڑے ہوئے اس شخص کی ایسی طبیعت صاف کروں کہ آئندہ اسے لڑکیوں سے بات چیت کا قرینہ تو آ سکے مگر اسے اپنے سامنے چپ چاپ کھڑے دیکھ کر اپنے غصے پر قابو پا کر کہا۔

''میں نے اپنا میسج آپ کو نہیں، سر فرید کو بھیجا تھا تو آپ کیوں میری جواب طلبی کے لیے چلے آئے؟''

''فرید آج آفس نہیں آئیں گے...... اور یوں بھی اب اس اخبار کا ایڈمن میں ہوں تو جواب طلبی کرنے کا حق بھی میرا ہے۔'' وہ جلدی ہی اپنی اوقات پر آ گیا۔

''تو کیا اب ایپلی کیشن دینے کے بجائے مناظرہ ہوا کرے گا۔'' میرا لہجہ تمسخرانہ تھا۔

''مگر یہ تو کوئی اصول نہیں ہے کہ آپ روز دیر سے آئیں اور اسے اپنی عادت بنا لیں...... تو وقت پر آنے والے ورکرز کا کیا قصور ہے...... انہیں بھی جلدی آنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ تمام لوگوں کو ہی لیٹ آنا چاہیے۔''

''میں اگر دیر سے آؤں بھی مگر کام تو اپنا پورا کرتی ہوں ناں......'' میرے لہجے میں تناؤ تھا۔

''یہ تو آپ کا خیال ہے ناں......'' ان کا لہجہ ہنوز طنزیہ تھا۔

''مگر آج تو مجھے ہر حال میں جلدی جانا ہے اور اس کی اہم وجہ بھی ہے۔''

''ہر شخص کو ہمیشہ گھر جانے کی جلدی ہوتی ہے اور ان کے پاس بھی ہمیشہ معقول وجوہات ہوتی ہیں۔'' ان کے لہجے میں برہمی تھی۔

''تو آپ چاہتے ہیں آج میں گھر نہ جاؤں......'' میں اُن کے رعب میں کیوں آتی۔

''یہ میں نے کب کہا ہے۔ آپ ضرور جائیں مگر روزانہ نہیں......'' لہجہ دوٹوک تھا۔

پھر وہ رکے نہیں مجھے تمسخرانہ انداز میں دیکھتے ہوئے وہ اپنے کمرے میں چلے گئے...... جیسے وہ میرا مذاق اڑا رہے ہوں...... یا جتلا رہے ہوں کہ تمہاری اوقات ہے کیا؟

''اُف خدایا، اتنی بے عزتی!'' میں گرنے کے انداز میں اپنی کرسی پر بیٹھ گئی۔

میں تو سر فرید کی باتوں سے ہی خائف تھی اور یہ سوچتی تھی کہ انہیں اپنے ورکرز سے بات کرنے کی کوئی تمیز نہیں ہے مگر یہ ندیم خان تو ان سے بھی کہیں دس ہاتھ آگے تھے۔

وہ میرے کیبن میں آ کر اتنی زور سے بول رہے تھے ساتھ جڑے تمام کیبنز میں پتا چلا گیا تھا کہ وہ میری کلاس لینے آئے ہیں۔

اور پیون شاکر نے تو میرے متعلق کیا، کیا خبریں پورے فلور پر پھیلا دی تھیں۔ یوں بھی افواہ کی رفتار آواز سے زیادہ تیز ہوا کرتی ہے۔

''صبا تم نے ایسی بات ہی کیوں کی...... جس کی وجہ سے تمہیں ندیم خان سے معافی مانگنی پڑی۔'' لنچ ٹائم میں

جب فرزانہ نے مجھ سے پوچھا۔ تو میں حیرت سے پھٹ پڑی۔

''کس نے معافی مانگی ہے ندیم خان سے...... اور میں کیوں مانگنے لگی؟''

''بھئی ہمیں تو پتا نہیں' سنا ہے تم نے دیر سے آنے کی معافی طلب کی ہے......'' وہ بے پروائی سے بولی۔

''جی نہیں، ایسی کوئی بات ہوئی ہی نہیں۔''

''اچھا تو پھر تم کل بھی دیر سے آنا......'' یہ ساجد تھا جو فرزانہ کی کہنی کھا کر اپنا منہ کھول رہا تھا۔

''یہ آپ لوگوں کو میرے معمولات میں یک دم اتنی دلچسپی کیوں ہو گئی ہے......؟'' میرا لہجہ خاصا طنزیہ سا تھا۔

''ارے یار تم تو برا مان گئیں۔ ہمیں تو بھئی خود اچھا نہیں لگا تھا کہ ندیم خان...... تمہارے کیبن میں آ کر تمہیں اس طرح ڈانٹیں...... اُف کس قدر تیز آواز تھی ان کی جیسے زلزلہ آ گیا ہو سچی میں آرزدہ سی ہو گئی تھی'' ناعمہ تاسف سے کہہ رہی تھی۔

''ہاں اور کیا...... بیچاری صبا کی آج بہت بے عزتی ہونی ہے...... چچ چچ......'' فرزانہ کا لہجہ بھی رنجیدہ سا تھا۔

تب میں پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔ اور شاید میرے سب کولیگز بھی یہی چاہتے تھے۔ تب میں نے ان آنکھوں میں جو طمانیت دیکھی۔ وہ صرف میں ہی محسوس کر سکتی تھی۔

''پلیز صبا...... مت روؤ...... ورنہ میں بھی رو دوں گی۔'' یہ فرزانہ مجھ سے کہہ رہی تھی۔

''ارے صبو...... تم تو لوگوں کو حوصلہ دیا کرتی ہو۔ اور آج تم نے خود ہی حوصلہ ہار دیا۔'' ناعمہ مجھے پچکار رہی تھی۔

''باجی، کیا میں چائے زیادہ لے آؤں...... ابھی اوپر کے فلور سے لوگ آپ کے پاس آنے والے ہیں بریک میں۔'' پیون مجھے اطلاع دے رہا تھا یا اس کے تسلی آمیز کلمات اسی کے حساب سے تھے۔

تب میں نے دونوں ہتھیلیوں سے اپنی آنکھیں پونچھیں۔ اور بیگ اٹھایا اور کسی سے کچھ کہے بغیر آفس سے باہر آ گئی۔ اس وقت...... میں تیز ترین انداز میں اپنی گاڑی ڈرائیو کر رہی تھی۔ سگنل زندگی میں کبھی نہیں توڑا تھا...... مگر آج راستے میں آنے والے تینوں سگنلز کو توڑتی ہوئی میں اس طرح جا رہی تھی۔ جیسے کوئی غیظ و غضب بھری لاری بھاگتی ہوئی جا رہی ہو۔

''یہ صبا بتائے بغیر چلی کیوں گئی ہے......'' اُدھر ساجد حیرت سے پوچھ رہا تھا۔

''شاید...... اب یہ آفس نہیں آئے گی...... آفس چھوڑنا تو ویسے بھی اس کی ہابی ہے......'' فرزانہ ہنس رہی تھی۔

''مگر یہ سب اچھا تو نہیں ہوا...... اپنی اتنی اچھی کولیگ یوں اتنی سی بات پر چلی جائے......'' ساجد کو تاسف ہو رہا تھا۔

''آ جائے گی وہ...... ابھی غصہ چڑھا ہوا ہے ناں اس کو اتر جانے دو......'' ناعمہ کا تجزیہ خاصا گہرا تھا۔

''فرید سر کہتے تھے ناں کہ ندیم خان کے آنے سے اس اخبار کے دفتر میں تبدیلی آ جائے گی تو آج بہت بڑی تبدیلی تو آ ہی گئی۔'' جاوید کو یہ سب اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

''ہاں، صبا کو کبھی اتنے غصے میں نہیں دیکھا......'' فرزانہ کو حیرت تھی۔

''غصہ تو اسے کبھی کبھار آ ہی جاتا تھا۔ مگر میں نے اسے کبھی یوں روتے ہوئے انہیں دیکھا......'' یہ ناعمہ تھی۔

''ہاں ندیم خان نے صبا کو رُلا دیا۔ ندیم خان تو بہت خوش ہوں گے۔ انہوں نے صبا جیسی لڑکی کو رُلا دیا......'' ساجد پھر تاسف سے کہہ رہا تھا۔

اور ندیم خان اپنے روم کے مانیٹرنگ کیمرے سے ان سب کو دیکھ بھی رہے تھے اور ان سب کی باتیں سن بھی رہے تھے۔ انہوں نے کبھی یہ سوچا بھی نہیں تھا کہ صبا ان کی وجہ سے روئے گی یا کوئی بھی ان کی وجہ سے اپنی آنکھوں

میں آنسو لائے۔

''یہ لڑکیاں...... کیا اتنی کمزور سی ہوتی ہیں، اتنی چھوٹی سی بات پر اُن کے آنسو یوں بھل بھل بہنے لگتے ہیں۔'' انہوں نے اپنے آپ سے کہا اور بے اختیاری میں اپنے ہاتھ سے دوسرے ہاتھ پر مکا مارتے ہوئے بولے۔

''ہونہہ...... پاگل کہیں کی...... یا شاید اپنی ان حرکتوں سے دوسروں کو ڈرانا چاہتی ہیں۔ مگر میں ڈر کر نہ کبھی رہا ہوں اور نہ رہ سکتا ہوں۔'' اب وہ خود بڑبڑا رہے تھے۔

☆☆☆

''کیا بات ہے......؟ تم دو دن سے اپنے آفس کیوں نہیں جا رہی ہو؟'' امی نے پوچھا۔

''بس ایسے ہی...... چھٹیاں کرنے کو دل چاہ رہا تھا اور بس......'' میں کھسیا کر ہنسی۔

''کسی سے کوئی بد مزگی ہوگئی ہے ناں......'' انہوں نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر میری آنکھوں میں دیکھا۔

''ہاں......'' میں نے سر جھکا لیا۔

''کس بات پر......؟'' انہوں نے اپنی انگلیوں سے میرا چہرہ اوپر کیا۔

''آفس دیر سے آنے کی وجہ سے......'' میں نے رندھے ہوئے لہجے میں کہا۔

''افوہ...... تم نے تو مجھے ڈرا ہی دیا تھا...... میں سمجھی پتا نہیں کیا بات ہوگئی ہے۔'' وہ ہنس دیں۔

''تو کیا یہ بڑی بات نہیں ہے...... کوئی مجھ سے سب کے سامنے باز پرس کرے۔''

''بیٹا...... اگر تم کوئی اپنا آفس کھولو تو کیا چاہو گی؟''

''یہی کہ سب ورکرز باقاعدگی سے کام کریں......'' میں نے کہا۔

''اور یہ بھی چاہو گی کہ آفس کے ماحول میں کسی قسم کی کوئی ڈسٹربنس نہ ہو...... اگر کوئی ایک ورکر دیر سے آتا ہے تو دیگر لوگ اگر کچھ کہتے نہیں ہیں تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ وہ اس بات کو اگنور کر دیتے ہیں۔''

''اب میرا آفس، گھر سے کتنی دور ہے...... صبح کے وقت کس قدر رش ہوتا ہے تو اس لیے اکثر دیر ہو جاتی ہے۔''

''بیٹا اب کسی کا بھی آفس اس کے پڑوس میں تو نہیں ہو سکتا ناں...... پہلے جہاں تم جاب کرتی تھیں، وہ واکنگ ڈسٹینس پر تھا اس لیے تمہیں وہاں آنے جانے کے مسائل ہوئے ہی نہیں۔''

''مگر میں کسی کی ڈانٹ نہیں سن سکتی......''

''تو تم کہہ دینا کہ آئندہ مجھ سے لکھ کر باز پرس کی جائے......'' امی کو شرارت سے مسکراتا دیکھ کر میری جھنجلاہٹ مزید بڑھ گئی۔

''دیکھ لیجیے گا...... یہ آفس بھی میں چھوڑ دوں گی۔''

''بیٹا تم جہاں بھی جاب کرو گی...... اپنے گھر جیسا ماحول کہیں نہیں ملے گا۔ سیاست تو اب ہر جگہ ہے۔''

''مگر میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ یہ فرزانہ، ناعمہ سب ایسی ہوں گی کہ مجھے رُلا کر ہی دم لیا ان لوگوں نے۔''

''بیٹا ہر جگہ ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں، بس ان کے نام تبدیل ہو جاتے ہیں۔'' خالہ نے پاس آ کر سمجھاتے ہوئے کہا۔

''مگر میرا آفس جانے کو دل ہی نہیں چاہ رہا۔''

''تو مت جاؤ...... اللہ کا شکر ہے، ہمارا گھر کوئی تمہاری جاب کی وجہ سے تھوڑی چل رہا ہے۔ میں تو پہلے بھی تم سے کئی بار کہہ چکی ہوں کہ نوکری کرنا تمہارے بس کا کام نہیں ہے......'' اور فرح خالہ کی اس بات پر میں صرف جھنجلا

ہی سکتی تھی۔
آج تیسرا دن تھا...... میں آفس سے چھٹی پر تھی...... فرزانہ اور دیگر لوگوں کے فون آئے تھے اور میں نے ان سب سے یہی کہہ دیا تھا کہ میری طبیعت خراب ہے...... اس لیے میں آفس نہیں آسکتی۔
گلے کی خرابی کی وجہ سے آواز بھی بیماروں جیسی ہوگئی تھی۔
''ارے یار مجھے تو تم بہت بیمار لگ رہی ہو......'' ناعمہ نے خاصی تشویش بھرے لہجے میں کہا۔
''ہاں' بخار کی وجہ سے نہیں آسکتی......'' میں نے قصداً نحیف سے لہجے میں کہا۔
''اچھا کل تو آؤ گی ناں......؟'' فرزانہ کو خاصی کرید تھی کہ کہیں میں کوئی بہانہ تو نہیں بنا رہی۔
''اگر بخار اترا تو......'' میرا جواب بھی مبہم تھا۔
''بھئی ہم سب تو یہ سمجھے کہ اس دن ندیم سر کی ڈانٹ کھا کر تم گھر میں بیٹھ گئی ہو...... ورنہ تم کہاں چھٹی کیا کرتی ہو...... لگتا ہے ڈر گئی ہو...... ہے ناں......'' فرزانہ اپنے دل کی بات پوچھنے سے بالآخر باز نہ آئی۔
''میں نے کبھی کسی سے ڈر کر جاب نہیں کی اور میں کیوں ڈروں گی اُن سے...... یہ تم نے سوچا بھی کیسے......''
میرا اجلال پھر لوٹ آیا تھا۔
''تو کیا کل بھی تم آفس نہیں آؤ گی؟''
''سنو اگر میرا دل چاہا تو آفس آؤں گی اور اگر دل نہیں چاہا تو آفس نہیں آؤں گی...... چاہے وہ کل ہو یا پرسوں یا ترسوں اور میری امی نے تو مجھے خاصی سختی سے منع کر دیا ہے کہ ایسی جگہ جاب کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے، جہاں تمہارا دل نہیں لگے۔'' یہ کہہ کر میں رکی نہیں بلکہ فون ہی منقطع کر دیا۔
میں جو تیسرے دن اپنے آپ کو قدرے بحال محسوس کر رہی تھی اور غصے میں کمی بھی آئی تھی تو آفس فیلو کی باتیں سن کر پھر ذہنی طور پر اپ سیٹ سی ہوگئی۔
ندیم خان کے جملے میرے سر پر علیحدہ سنگ باری کر رہے تھے۔
کتنے طنزیہ لہجے میں انہوں نے مجھ سے بات کی تھی...... یہ شاید حقیقی اور پہلا تعارف تھا ان کا میرے ساتھ جو وہ اس طرح کھل کر میرے سامنے آئے تھے۔ ایسے روڈ لہجے میں تو میرے ساتھ کسی نے بات نہیں کی تھی آج تک۔
اور وہ مجھ سے کہہ رہے تھے کہ کوئی تمیز' تہذیب بھی ہوتی ہے۔ جیسے کہ میں تمیز' تہذیب سے عاری تھی اور مجھ میں گفتگو کرنے تک کا سلیقہ نہیں تھا۔ ندیم خان نے مجھے سمجھا کیا تھا؟ میرا دماغ میرے غصے کو مزید اکسا رہا تھا۔ ایک ایسی آفس ورکر جو شاید اُن کے رحم و کرم پر تھی۔ اور ان کا جو دل چاہے وہ کہہ سکتے تھے...... چاہے اس سے دوسرا...... کتنا ذلیل ہو جائے...... اور واقعی آفس میں میری ہتک کرنے میں وہ کامیاب ہو چکے تھے۔ میں سوچے چلی جا رہی تھی۔
کامیاب تو شاید وہ ہو چکی تھی...... اس لمحے کہ جب کتابوں کی نمائش میں اندھا دھند بھاگتے ہوئے وہ ندیم خان سے ٹکرائی تھی اور اکھڑ لہجے میں بولی تھی۔
''نظر نہیں آتا کیا......؟''
''کیا میں آپ سے ٹکرایا ہوں......؟'' ندیم خان نے اس لاابالی سی لڑکی کو خود پر اس طرح الزام دھرتے دیکھ کر کہا تھا۔ وہ واقعی حیرت زدہ تھا۔
''کوئی بھی ٹکرایا' نقصان تو میرا ہوا ناں...... ابھی وہ ادھر ہی تھیں...... آپ کی وجہ سے پتا نہیں وہ کہاں نکل گئیں۔''

''کون تھیں اور کہاں نکل گئیں......؟'' ندیم نے پھر حیرت سے پوچھا تھا۔
''پتا نہیں......'' وہ پھر بھاگتی ہوئی آگے نکل گئی تھی مگر وہ وہیں رک گئے تھے اور آفس میں آکر خود اپنے ہی بارے میں اس کے جلے دل کے ریمارکس سن کر ان کو ہنسی آگئی تھی۔
''ہونہہ کپڑے پہننے تک کی تمیز نہیں ہے...... چیک شرٹ کے ساتھ پلین پینٹ پہننی چاہیے...... پتا نہیں یہ اپنے آپ کو سمجھتے کیا ہیں......'' ندیم خان اپنے کمرے میں مسلسل سوچے چلے جا رہے تھے۔
اس کا رونا......اور بہتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ گھر جانا، ان کے دل کے دروازے پر بار، بار دستک دے رہا تھا۔
ایک ایسا شخص جو اپنے اصولوں کے ساتھ رہنے کا عادی ہو اور جو لڑکیوں سے قدرے فاصلے سے گفتگو کرنے کا عادی ہو......اسے صبا رحیم کی آنسو بھری آنکھیں بے چین کیے دے رہی تھیں۔
اور آفس ورکرز نے جب اس کی بیماری کی اطلاع دی تھی تو وہ اس ضمن میں اپنے آپ کو پورا قصوروار سمجھنے لگے۔
''اگر صبا رحیم اکھڑ اور منہ پھٹ سی لڑکی ہے تو مجھے اتنا سنجیدہ اور پھر اتنا رنجیدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے۔'' وہ اپنے آپ کو بار، بار سمجھا رہے تھے۔
''آفس میں ہر روز ہر طرح کے مسائل سر اٹھا کر آیا کریں گے، تو تم کس، کس سے نمٹو گے......'' اس کا دماغ اسے خود سمجھانے کی سعی بھی کر رہا تھا۔

☆☆☆

میری اپنی ہی سوچوں نے میری ذہنی حالت اتنی ناگفتہ کر دی کہ شام تک مجھے بخار ہو گیا اور پھر اتنا تیز کہ امی کو ٹھنڈے پانی کی پٹیاں تک رکھنی پڑ گئیں۔
''لو بے وجہ بیمار بن رہی تھیں ناں...... دیکھو کیسا بخار چڑھ کر آگیا...... ارے مقابلہ کیا کرتے ہیں...... نوکری کرتے ہیں......تو منہ چھپا کر گھر میں نہیں بیٹھا کرتے......'' فرح خالہ مجھے علیحدہ تاؤ دلا رہی تھیں کہ مجھ جیسی بزدل لڑکی جاب کرنے کی اہل ہی نہیں ہے۔
رات گیارہ بجے میں دوا کھا کر اپنے کمرے میں لیٹی تھی...... کہ میرے موبائل پر بیپ ہوئی۔ انجان نمبر دیکھ کر میں نے کال ریسیو نہیں کی...... جب دوسری اور تیسری بار کال آئی تو میں نے فون اٹھایا اور نہ چاہتے ہوئے سلام کر کے پوچھا۔ ''آپ کون......؟''
''ندیم خان......'' پُرسکون لہجے میں کہا گیا۔
''جی فرمائیں......؟'' میرے لہجے میں از خود تناؤ آگیا۔
''کیسی طبیعت ہے آپ کی......؟'' رسان سے پوچھا گیا۔ ''سنا ہے آپ بیمار ہیں......''
''آپ سے مطلب...... کیسی بھی ہوں...... ویسے بھی غیر مہذب اور بدتمیز لوگوں کو اپنی بیماری کی بھی کوئی پروا نہیں ہوا کرتی...... اس لیے میں بھی ٹھیک ہوں۔''
''آئی ایم سوری مس صبا رحیم......'' اُن کے لہجے میں نرمی تھی۔
''کس بات کی سوری...... آپ نے بھرے آفس میں مجھے ذلیل کرنا تھا سو کر دیا۔'' میرا غصہ اور دکھ پھر پلٹ آیا تھا آواز علیحدہ رندھ گئی تھی۔
''مجھے واقعی آپ سے اس لہجے میں بات نہیں کرنی چاہیے تھی۔ آئی ایم رئیلی سوری......''
''بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ...... کیونکہ لڑکیوں سے بات کرتے ہوئے تمیز اور تہذیب کو بھی ملحوظ خاطر رکھا جاتا ہے......'' ان کے کہے ہوئے جملے میں نے ان کے ہی منہ پر دے مارے تھے۔

''رائٹ...... اب تو بدلہ بھی لے لیا۔ تو غصہ تو اتر جانا چاہیے......'' دھیمے مگر سنجیدہ لہجے میں کہا گیا۔
''میں نے آپ کو کچھ نہیں کہا...... صرف ایک مثال دی ہے......'' میرا غصہ بھی اب سیڑھیاں اتر رہا تھا۔ اس لیے لہجے کے تناؤ میں کمی آ گئی تھی۔
''تو کل آپ آ رہی ہیں ناں......؟'' وثوق بھرے لہجے میں پوچھا گیا۔
''مجھے اس وقت بھی 103 بخار ہے۔'' میں نے انہیں بتایا۔ ''مگر میں کوشش کروں گی کہ آفس آ جاؤں...... بستر پر لیٹے لیٹے میں خود بھی بور ہو چکی ہوں......'' پتا نہیں غصہ کہاں چلا گیا تھا۔
''اوہ...... نو...... اگر بخار ہے تو آپ کل بخار کی حالت میں ہرگز نہیں آئیں گی۔''
''مگر مجھے اپنے میگزین کا میٹر سلیکٹ کرنا ہے......'' اب آفس کی پریشانیاں میرے لہجے پر بھی حاوی ہو گئی تھیں۔
''میں دیکھ لوں گا مگر آپ ریسٹ کیجیے اور جب طبیعت ٹھیک ہو جائے تب آفس آئیے گا۔''
''اوکے......'' میں نے مطمئن ہو کر اُن کی بات سے اتفاق کر لیا۔

☆☆☆

شہلا اپنے کمرے میں چپ چاپ بیٹھی تھی اور اپنا موبائل بار، بار ایسے چیک کر رہی تھی...... جیسے اسے کسی خاص میسج کا انتظار ہو۔
''آپا...... آپ کی حارث سے فون پر تو بات چیت ہوتی ہو گی۔''
''نہیں...... وہ زیادہ مصروف رہتے ہیں...... اس لیے وہ فون نہیں کر پاتے۔''
''کیا اُن کا بینک دن رات کھلا رہتا ہے......؟'' راحیلہ نے حیرت سے پوچھا۔
''نہیں، رات دن کہاں کھلا ہوتا ہے بینک...... مگر وہ کچھ بے پروا سے ہیں۔''
''مگر محبت میں تو کوئی بے پروا نہیں ہوا کرتا۔''
''ہاں...... وہ واقعی بے پروا سے ہیں۔''
''تو آپ ان کو فون کر لیا کریں...... ہو سکتا ہے کہ انہیں آپ کے فون کا انتظار رہتا ہو۔''
''ہاں...... تم بھی ٹھیک کہہ رہی ہو......'' شہلا نے بڑی رغبت سے فون ملایا...... مگر وہ پاور آف جا رہا تھا۔ ایک بار، دو بار...... پانچ بار مگر وہ ہر مرتبہ بند ہی ملا۔ ''اس وقت رات کے گیارہ بج رہے ہیں...... لگتا ہے وہ سو گئے......'' شہلا نے اپنے آپ کو خود ہی تسلی دے دی۔
اگلے دن صبح وہ اپنے اسکول جانے کے بجائے سیدھی حارث کے بینک کی برانچ میں پہنچی...... حالانکہ اسکول کے حوالے سے اسے بینک سے متعلقہ کوئی کام بھی نہیں تھا۔
یہ خیال کل رات ہی اس کے دماغ میں آیا تھا کہ اسے اپنا ایک اکاؤنٹ حارث کی برانچ میں بھی کھول لینا چاہیے...... اسی لیے وہ سرشاری بینک پہنچی تھی تو اس وقت حارث اپنی برانچ سے نکل رہا تھا۔
وہ موبائل پر کسی سے بات کر رہا تھا...... اسی لیے اس نے شہلا کو نہیں دیکھا۔ شہلا نے اسے دیکھا تو دوڑ کر اس کے پاس پہنچی اور اسے سلام کیا۔ مگر حارث نے نہ اس پر نظر ڈالی...... اور نہ ہی اس کے سلام کا جواب دیا۔
اس کی ساری توجہ اپنی بات پر تھی...... جو وہ اس وقت کسی سے موبائل پر کر رہا تھا اور اپنی گاڑی کی جانب بڑھ بھی رہا تھا۔
شہلا کو برا تو بہت لگا...... مگر کر ہی کیا سکتی تھی۔ نہ چاہتے ہوئے بھی وہ برانچ میں داخل ہو گئی اس نے سیکنڈ آفیسر سے پوچھا۔

''یہ حارث صاحب کب تک واپس آئیں گے۔''
''وہ ہیڈ آفس، میٹنگ میں گئے ہیں، واپسی کے بارے میں کچھ کہا نہیں جا سکتا۔''
''ٹھیک ہے، پھر میں کل آجاؤں گی......'' شہلا نے اٹھتے ہوئے کہا۔
اور سیکنڈ آفیسر نے بے پروائی سے اپنے کندھے اچکا دیے۔

☆☆☆

پانچ دن چھٹی کے گزار کے جب میں آفس پہنچی تو میرے کولیگز مجھے ایسے دیکھ رہے تھے جیسے میں سات سمندر پار سے آئی ہوں۔
''ہم تو سمجھ رہے تھے کہ اب تم آفس نہیں آؤ گی......'' ناعمہ نے کہا۔
''کیوں نہیں آتی میں......'' مجھے اس کی بات بالکل پسند نہیں آئی تھی۔
''صرف بخار ہی ہوا تھا ناں......کوئی ٹائیفائڈ تھوڑی ہوا تھا جو پورے ہفتے تم نے چھٹی منائی۔''
''جب میرا بخار اترا میں آ گئی......'' میں نے اپنے کیبن میں جاتے ہوئے کہا۔
''تم ندیم خان سے تو جا کر مل لو......تمہاری غیر موجودگی میں میگزین کا سارا کام انہوں نے کیا تھا......کیا پتا......اب وہ تمہیں یہ کام کرنے دیں گے بھی کہ نہیں......'' یہ رائے فرزانہ کی تھی۔
''مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے کسی سے جا کر ملنے کی اور اگر وہ مجھے میگزین کا کام نہیں دینا چاہتے تو وہ خود رابطہ کر سکتے ہیں......'' میرا لہجہ دوٹوک تھا۔
''تمہارے پیچھے سر کی ہیلپ میں نے کی......انہیں تو پتا تک نہیں تھا کون سی چیز کہاں رکھی ہوئی ہے۔''
''ہاں بہت بڑا سا محل ہے ناں میرا کیبن......جو چیزوں کی تلاش مشکل ہو گئی۔'' مجھے غصہ سا آ گیا......باتیں بنانے میں ہمارا اسٹاف کتنا ماہر تھا۔
اور پھر لنچ بریک میں آفس کے لوگ مجھ سے یہ پوچھنے کے لیے بے قرار تھے کہ اتنی چھٹیاں کرنے پر مجھے ندیم خان نے کیوں نہیں ڈانٹا اور میری تحریری جواب طلبی کیوں نہیں ہوئی۔
''اب مجھے کیا پتا کہ انہوں نے یہ سب کیوں نہیں کیا تاکہ تم لوگوں کو کچھ انجوائے منٹ ہی مل جاتی......'' میں نے اپنے دل کی بات مسکرا کر کہی تو فرزانہ بغلیں جھانکنے لگی اور راز دارانہ لہجے میں بولی۔
''میرا تو یہ خیال ہے کہ تمہارے غصے میں آفس چھوڑ کر جانے سے ندیم خان ڈر گئے۔ جب ہی تو انہوں نے تم سے کچھ نہیں کہا...... سچی میں تم جیسی قابل جرنلسٹ کہاں ملے گی انہیں۔''
''فرزانہ یہاں، ہم آفس میں کام کرنے کے لیے آتے ہیں، ایک دوسرے سے ڈرنے اور ڈرانے کے لیے نہیں آتے۔''
تب اپنے کمرے میں بیٹھے ندیم خان کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور وہ دل ہی دل میں بولا......''یہ بات تو تم نے بالکل صحیح کہی ہے صبا......اس کا مطلب ہے کہ تمہیں باتیں کرنا بھی آتا ہے۔ ورنہ مجھے تو اس کی امید نہیں تھی......کہ جیسی باتیں ہمارا اسٹاف تم سے کر رہا تھا۔''

☆☆☆

رات کا کوئی ڈیڑھ بج رہا تھا، گھر کے مکین سب بے خبر سو رہے تھے مگر شہلا آج بھی اپنے کمرے میں چپ چاپ بیٹھی تھی۔ حارث کا اسے نظر انداز کر کے گزر جانا......بالکل بھی پسند نہیں آیا تھا۔ وہ جب بھی سونے کی کوشش کرتی......اس کی آنکھوں میں وہی منظر اسے کلسانے سا لگتا......اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتی کہ ''کہیں ایسا تو نہیں کہ میری یہ محبت یک طرفہ ہو اور حارث کے دل میں میرے لیے ایسا کچھ بھی نہیں ہو......جب ہی تو وہ مجھے

قصداً نظر انداز کرتا ہے۔''
''مگر میری دوست نے تو مجھ سے کہا تھا کہ جب کسی سے محبت ہوتی ہے تو دوسری جانب بھی اس کے اثرات لازمی ہوا کرتے ہیں۔ تاخیر ہوسکتی ہے مگر نفی نہیں...... ورنہ محبت کبھی پنپتی ہی نہیں ہے۔''
تب وہ گلدان سے گلاب کا پھول نکال کر اس کی ایک، ایک پتی علیحدہ کرنے لگی کہ حارث اس سے محبت کرے گا یا نہیں...... اور آخری پتی جب اس کے ہاتھ میں آئی تو وہ اس بات کی نوید تھی کہ حارث اس سے محبت کرے گا۔ اور وہ چھن سے یوں ہنس دی جیسے اس نے اقرارِ محبت کا جرم اس کے سامنے قبول کرلیا ہو۔
راحیلہ پانی پینے اٹھی...... تو شہلا کو یوں اکیلے میں اپنے آپ سے باتیں کرتے اور مسکراتے ہوئے دیکھ کر حیرت زدہ سی ہوگئی۔
''آپا...... کیا بات ہے، اتنی بے تحاشا خوش کیوں ہورہی ہو؟'' وہ پوچھنے لگی۔
''اس گلاب کے پھول نے مجھے بتایا ہے کہ حارث بھی مجھ سے محبت کرتا ہے......'' اس نے اپنے اردگرد بکھری پتیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔
''جس گلاب کو آپ کے ہاتھوں نے ٹکڑے، ٹکڑے کردیا اس کی گواہی کہاں سے اتنی وثوق بھری ہوسکتی ہے......'' راحیلہ نے خاصی گہری بات کی تھی۔
''تو پھر مجھے کیسے پتا چلے گا کہ حارث مجھ سے محبت کرتا ہے؟''
''محلے کی نسرین نے تو کسی کو خط لکھ کر پوچھا تھا تو اس کو جواب آیا تھا کہ وہ بھی اس سے محبت کرتا ہے۔''
''تو تمہارا کیا خیال ہے، مجھے بھی حارث کو خط لکھنا چاہیے؟''
''ہاں آپا...... آپ کو خوب اچھا سا خط لکھنا چاہیے...... اچھے سے کاغذ پر گل بوٹے بنا کر اُن میں کلر بھر کر مہکتا سا خط ایسا لکھیں کہ اس میں اپنا کلیجا نکال کر رکھ دیں۔''
''تو پھر کیا ہوگا......؟''
''وہ بھی آپ کو ویسا ہی خط لکھ دیں گے جیسے ڈراموں میں ہوا کرتا ہے......''
''اور اگر فرض کرو...... انہوں نے یہ لکھ دیا کہ میرے پاس محبت کرنے کے لیے وقت نہیں ہے تو...... پھر......''
''پھر کریم بھائی تو ہیں ناں......'' شہلا شرارت سے مسکرائی۔
''پگلی...... کیا تمہارا خیال ہے...... کریم مجھے اس لیے برا لگتا ہے کہ میں حارث کو پسند کرتی ہوں......''
''ظاہر ہے بات ہی یہ ہے......'' راحیلہ اب وہیں اس کے پاس بیٹھ گئی تھی۔
''نہیں راحیلہ...... اگر حارث کا وجود نہ بھی ہوتا تو میں تب بھی کریم سے شادی کرنے کے بارے میں نہیں سوچ سکتی تھی۔''
''وہ غریب ہیں، اس لیے آپ کو پسند نہیں ہیں ناں......؟'' راحیلہ نے پوچھا۔
''نہیں اگر وہ امیر بھی ہوتا تب بھی مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتا۔''
''اور ان بیچارے کی یہ دلی خواہش ہے کہ آپ اُن کی دلہن بنیں......'' راحیلہ کا لہجہ تاسف بھرا تھا۔
''راحیلہ...... تم میری پیاری سی بہن ہو...... کریم بھائی اس گھرانے میں رشتہ کرنے کے خواہش مند ہیں تو وہ تم سے بھی تو شادی کرسکتے ہیں...... ان کو مزید چھوٹی لڑکی مل جائے گی...... تم تو مجھ سے تین سال چھوٹی ہو......''
''مگر آپا...... وہ مجھے پسند نہیں کرتے......'' راحیلہ کا لہجہ غم زدہ سا تھا۔
''کیوں پسند نہیں کرتے...... اتنی پیاری سی میری بہن ہے۔''

''مت جھوٹ بولو آپا...... میں پیاری سی نہیں ہوں، پیاری ہیں تو آپ ہیں اور آپ کے سامنے کسی کو کچھ نظر ہی نہیں آ سکتا تو اس میں ان کی بھی کیا غلطی......''

''اوہ...... یہ بات ہے......!''

اور راحیلہ نے دکھ سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''تو سن میری پیاری سی بہنا...... اگر حارث نے میرے خط کا جواب محبت بھرا دے دیا تو میں اپنی شادی کے بعد تیری شادی اتنی اچھی ... جگہ کراؤں گی کہ تو بھی دیکھتی رہ جائے گی۔''

''نہیں آپا...... مجھے کوئی ایسا شوق نہیں ہے کہ میں کہیں بڑے گھر میں بیاہی جاؤں......''

''اوہ تو یہ بات ہے...... پھر تم صاف کیوں نہیں کہہ دیتیں کہ تمہیں کریم بھائی پسند ہیں اور اگر ایسی بات ہے تو کم از کم امی کو تو بتا دو...... تاکہ وہ اپنے حساب سے تمہارے لیے کچھ کوشش کر سکیں۔'' تب راحیلہ کھسیا کر رہ گئی۔

☆☆☆

''یہ کیا ہے......؟'' حارث نے اس کا ضخیم سا لفافہ ہاتھ میں پکڑ کر پوچھا۔

شہلا نے پوری رات جاگ کر جو خط لکھا تھا آج وہ اسے دے کر سر خرو سی اس کے سامنے بیٹھی تھی۔

حارث نے یہ سوچ کر لفافہ کھولا کہ اس کے اسکول کی اونر نے شاید کوئی دعوت نامہ بھجوایا ہوگا اور جب وہ لفافہ کھولا تو تیز خوشبوؤں میں مہکتا خط اس کے ہاتھ میں تھا۔

''یہ سب کیا ہے......؟'' وہ پڑھتے ہوئے شہلا کو حیرت سے دیکھ رہا تھا جو اس کے سامنے کرسی پر شرمائی سی بیٹھی تھی۔

''مس شہلا...... ان تمام خرافات کے لیے میرے پاس واقعی وقت نہیں ہے۔''

''محبت کیا خرافات ہوتی ہے؟'' شہلا نے پوچھا۔

''ہاں...... میرے لیے تو ہے۔'' یہ کہہ کر اس نے اس گلابی خط کے کئی ٹکڑے کیے اور ردی باسکٹ میں یوں ڈال دیا جیسے اپنی جانب سے اس نے اسے جواب دے دیا ہو۔

اور جب اس نے شہلا کو دیکھا تو وہ سرعت سے واپس جا رہی تھی۔

''شکر میری جان چھوٹی...... خواہ مخواہ پریشان کر رہی تھی یہ لڑکی...... ذرا سی بات کیا کر لوں...... یہ لڑکیاں بے وجہ اوور ہو جاتی ہیں۔'' حارث نے اطمینان کی سانس لی۔

اور جب حارث برانچ سے باہر نکلا تو اس نے دیکھا وہ باہر کھڑی تھی اور آنکھیں اشکبار تھیں۔ اور اسے کسی کی پروا تک نہیں تھی۔ یہ سب دیکھ کر اسے اچھا نہیں لگا...... اس کا دل چاہا کہ وہ اسے سمجھائے۔

''مس شہلا......'' حارث نے اسے آواز دی۔

شہلا نے اسے پلٹ کر دیکھا...... آنکھوں میں شکایات درج تھیں۔

''میری بات سنیں گی آپ......؟'' اس نے اسے نرمی سے پکارا۔

''نہیں...... اس نے نفی میں گردن ہلائی۔ اور تیزی سے آگے چلی گئی۔

''پاگل کہیں کی......'' اس کے لبوں سے بے ساختہ نکلا...... اور وہ واپس مڑ گیا۔

☆☆☆

''آپا...... آپ ویسے تو اپنے آپ کو بے حد عقل مند سمجھتی ہو...... مگر ہو نہیں......'' راحیلہ نے اس کی دن بھر کی

روداد سن کر کہا۔
''جب ایک شخص محبت کو خرافات کہہ رہا ہے تو پھر بات بچی ہی کہاں...... اس نے تو ہر بات ختم ہی کر دی......''
شہلا کا لہجہ ہنوز سسک رہا تھا۔
''اگر اس نے ہر بات ختم کر دی تھی تو پھر اس نے آپ کو آواز کیوں دی تھی؟''
''ایسے ہی مزید دل جلانے والی باتیں کہنا چاہ رہا ہوگا۔''
''اس نے آپ کو نرمی سے پکارا تھا؟ یا جلے بھنے لہجے میں غصے سے؟'' راحیلہ نے پوچھا۔
''پکارا تو اس نے نرمی سے ہی تھا مگر اس کے سینے میں دل کی جگہ پتھر ہی فٹ ہے...... اس کا تو اندازہ مجھے ہو گیا ہے کہ وہ کس بے رحمی سے میرے خط کو میرے ہی سامنے پھاڑ کر ڈسٹ بن میں ڈال رہا تھا۔'' اس کے آنسو پھر بہنے لگے۔
''آپا میرا یہ سو فیصد خیال ہے کہ وہ آپ کے پیچھے معذرت کرنے ہی آیا تھا کہ اس کے ساتھ یقیناً کوئی نہ کوئی مجبوری ایسی ہو گی جو وہ فی الوقت آپ کی محبت کا جواب محبت سے نہیں دے سکا تھا...... مگر آپ نے اس کی کوئی بات ہی نہیں سنی۔''
''مگر میں اب اس کی برانچ میں بھی گئی تو اس سے بات نہیں کروں گی۔'' شہلا کا ملال کم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔
''آپ بات نہ کیجیے گا...... مگر وہ ضرور آپ سے بات کرے گا۔''
''کیا واقعی......'' وہ آنسو پونچھ کر اب اپنی بہن کی باتیں رغبت سے سن رہی تھی اور اس کے ملال کا گراف بھی قدرے نیچے آرہا تھا۔
''ہاں آپا، حارث کے آپ کے پیچھے آنے اور آپ کو پکارنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ آپ اس کے لیے صرف کلائنٹ کا درجہ نہیں رکھتی ہیں۔''
''تو پھر...... میں اس کے لیے کیا ہوں......؟'' انتہائی بے وقوفی سے پوچھا گیا۔
''آپ اس کے لیے خاص الخاص ہیں...... یہ میرا دل کہہ رہا ہے......'' راحیلہ نے محبت بھرے لہجے میں بھرپور بے وقوفی دکھاتے ہوئے کہا۔
''شاید......'' وہ پھیکی سی ہنسی ہنس دی۔
''یوں کریں آپ اسے فون کریں، دیکھتے ہیں کہ وہ کیا کہتا ہے؟''
''مگر میں نے تو آج تک اس سے فون پر بات ہی نہیں کی۔''
''اسی لیے تو کہہ رہی ہوں کہ آج کر لیں......''
''ابھی کر لوں......؟'' شہلا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ''یوں بھی محبت کرنے والے تو بے صبرے ہی ہوا کرتے ہیں۔''
''ہاں...... ابھی کر لو......'' راحیلہ نے بھی جیسے فیصلہ سنا دیا۔
لرزتے ہاتھوں سے اس نے اس دشمنِ جاں کا نمبر ملایا۔ پہلی بار نہیں اٹھایا گیا۔ دوسری بار جب اس نے ملایا تو قصداً کاٹ دیا گیا۔ اور جب تیسری بار اس نے کال ملائی تو فوراً اٹھایا گیا۔
''حارث صاحب...... میں آج آپ کے بینک آئی تھی......'' اتنا کہہ کر وہ چپ ہو گئی۔
''جی، جی مجھے معلوم ہے، مجھے دراصل ہیڈ آفس جانا پڑ گیا تھا۔ اس لیے برانچ میں زیادہ دیر نہیں رک سکا......

اور آپ سے بات بھی نہیں ہو سکی۔ اور جو تھوڑی سی ہوئی وہ بھی ادھوری سی......"

"اسی لیے تو میں نے آپ کو فون کیا ہے۔" شہلا نے روانی میں کہا۔

"مس، میں واقعی معذرت خواہ ہوں...... میں آئندہ دو تین دن بھی بینک نہیں آسکوں گا...... میں پرسنلی بہت مصروف ہوں...... اور ویری سوری کہ آپ سے میری بات بھی نہیں ہو سکے گی۔"

"اگر آپ کہیں تو میں فون پر آپ سے......" شہلا نے سرشار لہجے میں کچھ کہنے کی کوشش کی...... مگر اس نے اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی دوبارہ سوری کہتے ہوئے کہا۔

"پلیز...... جب میں برانچ آؤں گا تو یکسوئی سے آپ کی بات بھی سنوں گا اور آپ کا مسئلہ بھی حل کروں گا......" یہ کہہ کر اس نے فون منقطع کر دیا۔

حارث اس وقت اسے اپنی وہ کلائنٹ سمجھ رہا تھا جن کے لاکر کی چابی کھو گئی تھی...... اور حارث نے ان سے یہ وعدہ کیا تھا کہ جلد ہی وہ ان کا لاکر کھلوا دے گا جو کئی برسوں سے بند پڑا تھا۔

اور شہلا اپنے تئیں یہ سمجھ رہی تھی کہ حارث کو اس کے خط پھاڑنے کا اتنا افسوس ہے کہ وہ خود کہہ رہا ہے کہ وہ اس کی محبت کا جواب محبت سے ضرور دے گا...... مگر کچھ وقت ٹھہر کر دے گا...... اور اپنی بدتمیزی کی سوری علیحدہ کر لی تھی۔ اب شہلا خوشی سے بے حال تھی اور راحیلہ اسے خوش دیکھ کر خود بھی خوش ہوئی جا رہی تھی۔

"آپا...... تم مجھے ہمیشہ پگلو کہتی ہو ناں...... دیکھو آج تمہارے کام تمہاری یہ پگلو... بہن ہی آئی ناں......" راحیلہ نے فخر آمیز لہجے میں کہا۔

"میری بہن سے بڑھ کر تو واقعی کوئی عقل مند نہیں......" وہ ہنسی اور بے اختیار اپنی بہن کو گلے سے لگا لیا۔ اور پھر نہ جانے کیوں وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"آپا...... ابھی تو آپ اتنا خوش ہو رہی تھیں اور اب اس قدر رونا آ رہا ہے کیوں......؟"

"پتا نہیں کیوں...... خود بخود ہی دل بھر کر آ رہا ہے۔"

"شاید...... خوشی نہیں سنبھالی جا رہی۔"

"میں واقعی نہیں سوچ سکتی تھی...... حارث میری بات اتنی توجہ سے بھی سن سکتے ہیں۔"

"آپا...... محبت کرنے والے کبھی رلاتے تھوڑی ہیں۔" راحیلہ نے کہا۔

"ہاں......" جب ہی... شہلا کو اس کی بات سمجھ میں آ گئی۔ اب وہ دونوں بہنیں خوب ہنس رہی تھیں۔

☆☆☆

ندیم خان کو اخبار جوائن کیے ہوئے تین ماہ کے قریب ہو گئے تھے اور ان کے آنے سے پہلی تبدیلی یہ آئی تھی کہ اب آہستہ، آہستہ اخبار کے بنڈل واپس آنا بند ہو گئے تھے...... یعنی جتنا اخبار شائع ہو رہا تھا اس کی کھپت بھی ہو رہی تھی۔

"اور مختلف ایجنسیز سے ان کا آرڈر بھی بڑھنا شروع ہو رہا تھا۔ اور یہ خاصی بڑی کامیابی تھی اور سر فرید کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔ اور آج سب ورکرز کے لیے دوپہر کا لنچ سر فرید کی جانب سے تھا۔ مسالے والی بریانی سب بے حد شوق سے کھا رہے تھے مگر ندیم نے دو چمچے کھا کر اپنی پلیٹ ایک جانب کر دی تھی۔

"سر...... کیا آپ ہمارے ساتھ لنچ نہیں کریں گے؟" ناعمہ نے یہ سب دیکھ کر پوچھا۔

"میں آپ سب کے ساتھ شامل ہوں...... دراصل میرا گلا کچھ خراب ہے...... اس لیے میں چاول نہیں کھانا چا رہا۔"

''سر میں آپ کے لیے زبردست نہاری لے آؤں......؟'' جاوید نے پُرجوش لہجے میں کہا...... ''میں یوں گیا اور یوں آیا۔''

''نہیں...... میں آج گھر جا کر اپنی اماں کے ہاتھ کے قیمہ کریلے کھاؤں گا اور اگر انٹ شنٹ کھا کر پیٹ بھر گیا تو اپنی فیورٹ ڈش نہیں کھا سکوں گا۔''

تب میرا دل چاہا کہ میں بھی بتاؤں کہ میری فیورٹ ڈش بھی یہی ہے...... مگر ایسی باتیں آفس میں کرنے کا مطلب یہ بھی ہوتا ہے کہ سر کی چمچہ گیری کی جا رہی ہے...... اور میں ان چیزوں سے حتی الامکان بچا کرتی تھی۔

اور اس کے بعد وہ چوتھا دن ہوگا جب میں لنچ ٹائم میں قیمہ کریلے کھا رہی تھی اور مجھے ندیم خان کا خیال آیا تو میں نے موبائل پر پوچھا۔

''سر آپ نے اگر لنچ نہ کیا ہو تو میں آپ کے لیے کریلے قیمہ بھجواؤں۔''

''آپ اپنے لنچ سمیت میرے کمرے میں آجائیں......'' اس نے مسکرا کر کہا۔

اور جب میں نے اپنا ٹفن باکس اس کے سامنے کھول کر رکھا تو وہ رغبت سے کھاتے ہوئے بولا۔ ''بہت لذیز ہیں' آپ نے بنائے ہیں کیا......؟ سچ کہہ رہا ہوں اتنے مزے کے میں نے اس سے قبل نہیں کھائے۔''

''میری امی بناتی ہیں اور مجھے ان کے ہاتھ کے بہت اچھے لگتے ہیں۔''

''میری جانب سے بھی شکریہ کہیے گا...... واقعی مزہ آگیا۔'' وہ خوش دلی سے تعریف کرتے ہوئے بولا۔

اور جب لنچ کے بعد میں اس کے روم سے چائے پی کر نکلی تو فرزانہ مجھے دیکھ کر مسکرا کر بولی۔

''کیا بات ہے صبو...... ندیم خان کے ساتھ بڑی دوستی ہو رہی ہے؟''

''میری دشمنی تو کسی سے بھی نہیں ہے۔'' میں اس کا جملہ نظر انداز کر کے بڑھی۔

''دوست تو ہم بھی تمہارے ہیں...... ہمیں بھی اپنے گھر کا لایا کھانا کھلا دیتیں......'' اب فرزانہ دوسری نہج پر آ گئی تھی۔

''ضرور کھلا دیتی مگر مجھے معلوم ہے کہ تمہیں اور ناعمہ دونوں کو کریلے انتہائی زہر لگتے ہیں تو تمہاری ناپسندیدہ ڈش کیونکر آفر کر سکتی تھی۔''

''اوہ یہ بات ہے، جب ہی......'' ناعمہ نے فرزانہ کو دیکھ کر قصداً گہری سانس لی۔

''ہماری صبا آج زہر کو زہر دینے گئی تھی۔''

''اللہ نہ کرے......'' میں آگے جاتے جاتے پلٹ کر پریشان لہجے میں بولی۔ ''یہ تم لوگ کس قدر فضول باتیں کرتی ہو۔''

''ارے بھئی، تم نے ہی تو ایک مرتبہ کہا تھا کہ مجھے یہ ندیم خان سخت زہر لگتے ہیں۔ ہم تو تمہارا ہی جملہ دہرا رہے تھے۔''

''مگر میں نے یہ بھی نہیں کہا کہ اب وہ مجھے شہد جیسے لگتے ہیں۔''

''نہیں کہا تو کہہ دوگی...... آثار تو ہمیں ایسے ہی نظر آ رہے ہیں......'' ناعمہ نے رازدارانہ لہجے میں کہا۔ تب فرزانہ مجھے دیکھ کر گنگنانے لگی۔

اور میں لاتعلقی سے کندھے اچکا کر اپنے کیبن میں آ گئی۔

مگر یہ سب باتیں سن کر...... ندیم خان اپنے روم میں بیٹھا کافی دیر تک مسکراتا رہا۔

اسے اب صبا واقعی بہت اچھی لگ رہی تھی۔ ہر روز سے زیادہ...... اور اپنے دل میں آنے والی اس تبدیلی سے

وہ خود آگاہ بھی تھا۔

☆☆☆

وہ اپنے کمرے میں بیٹھا اخبار کی سرخیاں چیک کر رہا تھا۔ میں اپنا کالم لے کر اس کے کمرے میں گئی تو اس نے ہاتھ سے بیٹھنے کو کہا۔

''مس صبا آپ نیوز سیکشن میں کیوں نہیں آجاتیں؟''

''سر میں زیادہ بھاگ دوڑ نہیں کر سکتی...... دراصل مجھے ٹیبل ورک پسند ہے۔''

''میرا مطلب ہے صرف خواتین سے مل کر رپورٹنگ تو دیکھ سکتی ہیں آپ؟''

''اس میں بھی مجھے باہر جانا پڑے گا ناں......''

''چلیں آپ ان خواتین کے خصوصی انٹرویوز تو کر سکتی ہیں جن کے ساتھ معاشرے کے بااثر افراد نے کوئی ظلم کیا ہو یا اُن کا کوئی حق کسی بھی حوالے سے چھینا ہو...... اور اسی نوعیت کے فیچرز بھی کہ سب کچھ کہہ بھی دیا اور کہا بھی کچھ نہیں۔''

''سر، اس سے تو لوگ میرے خلاف ہو جائیں گے...... آج کل جو بھی سچ کی پکار بننا چاہتا ہے پہلے اس کی آواز دبانے کی کوشش کی جاتی ہے۔''

''ہوں پھر تمہارا نام کوئی فرضی لکھ دیا جائے گا کہ اس کے بارے میں آفس والوں کو بھی پتا نہ چلے کہ وہ کس کا نام ہے۔''

''ہاں، ایسی صورت میں تو مجھے کوئی تامل نہیں ہوگا۔''

''تو پھر اس ویک...... آپ ان خاتون کا انٹرویو کریں گی......'' ندیم خان نے ایک لفافے میں سے تصویر اور اس کے بارے میں معلومات دیتے ہوئے کہا۔

''اگر میں جس شخصیت کے پاس جاؤں...... اور اسے بھی یہ باور کرواؤں کہ میرا کام تو صرف میٹر جمع کرنا ہے...... مگر آپ کے بارے میں فیچر لکھنے والی شخصیت کسی دوسرے کی ہوگی تو کوئی مضائقہ تو نہیں ہوگا۔''

''ارے اگر آپ اتنا ڈر رہی ہیں تو میرا نام لے سکتی ہیں۔ مجھے حق بات کہنے میں کسی سے کوئی ڈر نہیں لگا کرتا۔''

تب میں ندیم خان کو دیکھتی رہ گئی کہ بات تو اس نے میرے دل کی کہی تھی مگر حالات کو دیکھتے ہوئے میں یہ سب نہیں کہہ سکتی تھی۔

اور پھر ساحر کے نام سے لکھے ہوئے فیچرز اور انٹرویوز قارئین میں بے حد پسند کیے جانے لگے۔

اور آفس کے لوگوں میں پہلے یہ کھلبلی مچی کہ یہ باہر سے کس رائٹر کو لیا گیا ہے...... جس کے قلم کی کاٹ میں اتنا تیکھا پن ہے اور پھر سب کو یہ پتا چلا کہ یہ سب ندیم خان لکھ رہے ہیں تو اُن کے پاس جا کر تعریف کرنے والوں کی تعداد بڑھنے لگی۔

''سر...... ایسا انٹرویو آپ ہی لکھ سکتے تھے......'' ایک دن دورانِ میٹنگ فرزانہ نے کہا تو وہ ہنس دیا اور بولا۔

''جی نہیں...... ایسا انٹرویو آپ بھی کر سکتی تھیں، ناعمہ بھی اور صبا رحیم بھی......''

''نو سر...... صبا رحیم کو تو آؤٹ ڈور جانا بالکل ہی پسند نہیں ہے۔ اور نہ اس کے قلم میں اتنی ہمت ہے کہ وہ ایسے نڈر لہجے میں کچھ لکھ سکے۔'' اس سے قبل ندیم خان کچھ بولتا...... میں نے فرزانہ کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔

''جی سر...... فرزانہ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں...... مجھے فیچر لکھنے میں واقعی کوئی دلچسپی نہیں ہے۔''

اور ندیم خان نے بات کا موضوع ہی بدل دیا تھا۔

وہ سنجیدہ مزاج شخص تھا...... اور اپنا ہر کام انتہائی ذمے داری سے کرنے کا قائل تھا۔ مگر اس شخص کے دل کے دروازے پر صبا رحیم دستک دے چکی تھی۔

کتابوں کی نمائش میں وہ بھاگتی، دوڑتی لڑکی...... اور پھر اس سے ٹکرا کر لاابالی انداز میں بڑبڑاتی ہوئی...... وہ صبا اسے واقعی بہت اچھی لگی تھی۔

اور جوں، جوں وقت گزر رہا تھا ندیم خان کے دل میں اس کے لیے پسندیدگی میں اضافہ ہو رہا تھا۔

جس دن وہ آفس نہ آتی...... یا فیچر کی تیاری کے سلسلے میں وہ قدرے تاخیر سے آتی تو اسے اس کے بغیر عجیب سی محسوس ہوتی اور جب وہ آجاتی تو اسے ہر چیز اچھی لگ رہی ہوتی۔

اور ایک دن جب وہ آئی تو بڑی تھکی، تھکی سی تھی...... چہرہ بھی پژمردہ سا تھا اس کی فائل چیک کرتے ہوئے ایک اچٹتی ہوئی نظر اس پر ڈالتے ہوئے اس نے پوچھ ہی لیا۔

''خیریت تو ہے ناں......؟''

''جی سر......''

''تو پھر آتنی نڈھال سی کیوں نظر آ رہی ہیں؟''

''سر مجھے پتا نہیں تھا...... کہ آج پٹرول پمپ بند رہیں گے...... میں آفس کے لیے نکل رہی تھی تو دیکھا میری گاڑی میں پٹرول تھا نہ گیس...... اور آج پبلک ٹرانسپورٹ کے حصول کے لیے مجھے کس طرح بھاگنا پڑا...... بتا نہیں سکتی...... واقعی بہت تھک گئی میں۔''

''اگر ایسی بات تھی تو آپ فون کر دیتیں......'' بے اختیار اس کے منہ سے نکلا۔

''میں کس کو فون کرتی......؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔

''میرا مطلب، آفس میں کسی کو بھی...... کوئی بھی آپ کو گھر سے پک کر لیتا۔''

''تو سر...... میں ساجد، جاوید یا عباس کی بائیک پر بیٹھ کر تو نہیں آسکتی...... مجھے ایسا کرنا خود سے پسند نہیں ہے۔'' اب میں نیچی نظریں کیے بولے جا رہی تھی۔ الل ٹپ جو دل میں آ رہا تھا وہ سب اور وہ قلم ہاتھ میں دبائے اسے دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔ اور دلچسپی سے سن رہا تھا۔

مگر اس نے چاہتے ہوئے بھی، ایک مرتبہ یہ نہیں کہا تھا کہ اگر میں اپنی گاڑی میں تمہیں لینے آجاتا تو تم کیا میرے ساتھ آجاتیں یا نہیں...... کہ وہ بہت محتاط تھا...... اور اخبار کے ماحول سے واقف تھا کہ اس کا دل کہہ رہا تھا کہ وہ کبھی منع کر سکتی ہی نہیں۔ وہ جب بھی اس سے کہے گا وہ اس کے ساتھ چلی آئے گی۔

''صبا اگر میں تمہیں لینے آجاتا تو تم میرے ساتھ آتیں یا نہیں......'' اس نے اپنے دل ہی دل میں اس سے پوچھا۔

''ضرور آتی......'' اسے صبا کا جواب سنائی دیا۔

حیرت سے اس نے اسے دیکھا۔

وہ موبائل پر کسی سے بات کر رہی تھی۔

شاید کوئی یونیورسٹی کی دوست اسے اپنی انگیجمنٹ پر بلانا بھول گئی تھی اور وہ اسے باور کرا رہی تھی اگر تم مجھے بلاتیں تو میں ضرور آتی۔

مگر ضرور آتی کا یہ جملہ اسے اپنے دل کا جواب لگ رہا تھا۔

''جی ہاں، ضرور آتی......'' کہا تو ندیم خان نے دل میں ہی تھا مگر اس نے سن لیا اور موبائل آف کرتے ہوئے

معصومیت سے بولی۔
''سر آپ کو کیسے پتا چلا...... کہ میں نصرت کے ہاں ضرور جاتی؟''
''اس لیے کہ وہ آپ کی دوست ہے اور دوستوں کے بلاوے پر انکار نہیں کیا کرتے ہیں، رائٹ۔''
''یس......'' اس نے اثبات میں سادگی سے سر ہلایا اور مگر ندیم خان بے حساب خوش ہو گیا۔

☆☆☆

سبین آج کافی دنوں کے بعد اپنے میکے آئی تو ماں کو اکیلے بیٹھے دیکھا۔
''آج چھٹی کے دن بھی...... ندیم اور عدیم گھر پر نہیں ہیں؟''
''عدیم تو باہر گیا ہوا ہے...... ہاں ندیم اپنے کمرے میں ہے......''
اور جب ندیم باہر آیا تو سبین چائے پیتے ہوئے اس سے پوچھ رہی تھی۔
''یہ اپنا بزنس کرتے، کرتے ایک دم اخبار کیوں جوائن کر لیا......؟''
''فرید میرا گہرا دوست ہے...... اس کے کہے کو ٹال نہیں سکتا تھا۔''
''کیسا رہا تجربہ...... اردو اخبار کا......؟''
''برا نہیں رہا...... انشاءاللہ یہ اخبار اپنی جگہ بنا لے گا۔''
''اسٹاف تو کم ہی ہوگا......'' سبین نے پوچھا۔
''نہیں، اچھا خاصا ہے۔''
''لڑکیاں بھی ہوں گی؟''
''ہاں کافی ہیں...... بلکہ لڑکوں کے مقابلے میں لڑکیوں کی تعداد زیادہ ہے۔''
''اُن میں سے بھی کیا کوئی اچھی نہیں لگی......؟'' بہن نے شرارتی سے لہجے میں پوچھا۔
''میں وہاں کام کرنے گیا ہوں یا اپنے لیے لڑکی تلاش کرنے......؟''
''اگر ایک ساتھ دو کام ہو جائیں تو کیا برا ہے...... ہے ناں امی......؟'' سبین نے اپنی ماں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
''کوئی مضائقہ نہیں......'' سلمیٰ بیگم نے بھی سنجیدگی سے کہا۔
''ایک لڑکی...... تھوڑی سی اچھی لگی تھی...... مگر اتنی اچھی بھی نہیں کہ اس سے شادی کر لی جائے......'' ندیم نے ٹرالی سے چائے کا مگ اٹھاتے ہوئے مسکرا کر کہا۔
''بھائی پہلے وہ تھوڑی سی ہی اچھی لگے گی...... اور آہستہ، آہستہ زیادہ اچھی لگنے لگے گی۔''
''اگر ایسا ہوا تو آپ کو بتا دوں گا۔''
''ایسا نہ ہو جائے...... جب تک وہ تمہیں کلی طور پر پسند آئے بیچ میں کوئی دوسرا آ کر لے اڑے۔''
''اگر ایسا ہوا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ میری قسمت میں ہی نہیں تھی۔'' ندیم خان سنجیدہ سے لہجے میں بہن سے بولا۔
''مگر وہ ہے کیسی؟ جو تمہیں تھوڑی سی ہی سہی اچھی تو لگی۔''
''فی الحال تو پگلوسی ہی لگ رہی ہے، اس لیے اس بارے میں زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتا۔''
''پگلوسی......؟'' سبین نے برا منہ بنایا...... ''کیا اخبارات میں پاگل بھی جاب کرتے ہیں؟''
''میرا مطلب ہے لاابالی سی...... ذرا سی بات پر رو دینے والی۔''

''اچھا......آ......آ......'' سین نے اچھا ذرا کھینچ کر کہا اور پھر تفکر بھرے لہجے میں بولی۔ ''پھر تو سوچ سمجھ کر پسند کرنا......ہاں......مجھے روتی دھوتی لڑکیاں، زیادہ چالاک لگا کرتی ہیں۔''

''کیا مطلب......؟'' بہن کی یہ بات اس کے دل کو ذرا بھی نہیں بھائی تھی۔

''میں یہ کہنا چاہ رہی ہوں کہ جو لڑکیاں اپنے آپ کو جتنا بھولا بھالا، سیدھا سادہ سا پوز کیا کرتی ہیں ناں اتنی وہ ہوتی نہیں ہیں۔ اور یوں بھی لوگ اپنے آپ کو بے وقوف کہہ کر لوگوں کو بے وقوف بنا رہے ہوتے ہیں۔ یہ میرا کھرا تجزیہ ہے۔''

''اوہ......تو یہ بات ہے......'' وہ مزید تبصرے سے رکا۔

''اور جو لڑکیاں......اپنے آفس کے لڑکوں کو رو، رو کر ڈراتی ہیں......وہ تو سب سے زیادہ چالاک ہوتی ہیں۔ اور......ایسی لڑکیاں تو اپنی جاب کے ساتھ، ساتھ اپنا شوہر بھی آسانی سے ڈھونڈ لیا کرتی ہیں......اور مجھے تو ایسی لڑکیاں ہی سخت ناپسند ہیں۔'' سین نے برا سا منہ کر کہا۔

''اللہ کرے......میری قسمت میں جو بہو لکھی ہے اسے اگر میرا بیٹا نہیں ڈھونڈ رہا تھا تو میری بہو ہی اسے ڈھونڈ لے......بات تو ایک ہی ہے ناں......'' سلمیٰ بیگم نے مسکراتے ہوئے کہا تو ندیم بھی ماں کے ساتھ مسکرانے لگا۔

پر صبا تو ایسی نہیں لگتی تھی۔ اس نے تو بے وجہ کبھی اسے آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا اور نہ ہی وہ اس کے پاس آنے کے بہانے ڈھونڈا کرتی تھی۔ وہ تو اپنے حال میں مست رہنے والی لڑکی تھی۔ اور اس نے اس کے لبوں سے کبھی ایسا کوئی جملہ نہیں سنا تھا جو اس کی وارفتگی کا مظہر ہوتا......جبکہ دیگر لڑکیاں اس سے بے وجہ فری ہونے کی کوشش کیا کرتیں مگر صبا تو اپنے آپ کو الگ تھلگ......اور لیے دیے رکھنے والی لڑکی تھی۔

''اماں جیسا آپ سوچ رہی ہیں ناں......ایسا صرف فلموں اور ڈراموں میں ہوا کرتا ہے......حقیقی دنیا میں نہیں ہوتا کہ ایک اچھی سی لڑکی خود ہی آپ کے سامنے آجائے......'' سین کہہ رہی تھی۔

''مگر ایسی لڑکی میرے سامنے تو خود ہی آچکی ہے......'' ندیم خان نے سوچا مگر بہن سے کچھ کہا نہیں۔

☆☆☆

موسم بہار کی مناسبت سے تمام ٹی وی چینلز پر خواتین کے ٹاک شو خوب دھوم دھام سے دکھائے جا رہے تھے۔ جس میں رنگوں کی، فیشن کی اور بسنت کی خوب باتیں کی جا رہی تھیں۔ ایک چینل کی جانب سے ہمارے اخبار میں دعوت نامہ آیا تھا کہ خوب دھواں دھار گفتگو کرنے والی دو خواتین کو بھیجا جائے......میرا خیال تھا کہ ناعمہ اور فرزانہ کو اس میں شرکت کے لیے کہا جائے گا......کہ آفس سے باہر کی سرگرمیوں میں شرکت کرنے پر یہ دونوں ہی بہت خوش ہوا کرتی تھیں......مگر ندیم خان نے ٹی وی کے اس ٹاک شو کے لیے صرف میرا نام بھیجا تھا۔

فرزانہ کو ان کے اس اقدام پر خاصا غصہ بھی آیا تھا اور وہ برملا کہہ بھی رہی تھی۔

''ہمارے اخبار کا یہ الٹا اصول ہے کہ جو جانا چاہتا ہے اسے بھیجا نہیں جاتا اور جو نہیں جانا چاہتا اسے بھیجا جاتا ہے......اور اگر صبا بہت خوب صورت ہے تو اس کا یہ قطعی مطلب نہیں کہ وہ ٹی وی پر بھی خوب صورت دکھائی دے گی......میں نے تو بڑی، بڑی خوب صورت لڑکیوں کو اتنا برا دیکھا ہے کہ ایک نظر ڈالنے کے بعد دوسری نظر ڈالنے کی خواہش بھی نہیں ہوتی۔''

''صبا رحیم کو اس وجہ سے ٹاک شو میں بھیجا جا رہا ہے کہ وہ اپنے زمانۂ طالب علمی میں ڈیبیٹر رہنے کے ساتھ پروگرامز کی اینکر بھی رہی ہے......وہ ٹاک شو کے رموز......دیگر لوگوں کے مقابلے میں زیادہ بہتر جانتی

ہیں......'' تب ندیم خان نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا......اور مجھے یہ سب باتیں سن کر واقعی وحشت ہو رہی تھی...... اسی لیے میں نے ندیم خان کے روم میں جا کر ملتجی لہجے میں کہا۔

''سر پلیز آپ میرے بجائے فرزانہ اور ناعمہ دونوں کو ٹی وی کے مذاکرے کے لیے بھیج دیجیے...... مجھے تو واقعی ٹی وی تک دیکھنے کا شوق نہیں ہے......اور خاص طور پر ٹاک شوز تو اچھے خاصے دنگل بنتے جا رہے ہیں......اور مجھے بالکل بھی پسند نہیں ہیں۔''

''کیوں پسند نہیں ہیں۔''

''بس......مجھے لڑائی جھگڑوں سے کوئی دلچسپی ہے ہی نہیں......''

''نہیں ہے تو کر لینی چاہیے۔ یہ لڑائی جھگڑوں میں مہارت بھی سنا ہے خواتین کے کام آیا کرتی ہے......'' اس کے لبوں پر جیسے اب شرارتوں کے شگوفے سے کھل رہے تھے۔

''بس آپ فرزانہ یا ناعمہ کو بھیج دیجیے، ہاں......اور میں کہیں نہیں جا رہی......اوکے۔'' میرا لہجہ بھی وثوق بھرا سا تھا.. جیسے کہ میری بات وہ نہیں ٹالیں گے......واقعی وہ ایک مہربان باس تھے۔

''مس صبا رحیم......آپ اپنے آپ کو سمجھتی کیا ہیں......'' اچانک ہی وہ ہتھے سے اکھڑ گئے۔ اب وہ چشمہ آنکھوں پر چڑھا کر سنجیدگی سے کہہ رہے تھے۔

''جی......'' میں نے حیرت سے انہیں دیکھا۔

چند لمحے پہلے مسکراتے ہوئے گفتگو کرنے والے نے اپنے لہجے کا اس طرح یوٹرن لیا تھا کہ میں واقعی حیران سی ہو گئی۔

''اس اخبار کا ایڈمن میں ہوں یا آپ......؟'' اب لہجہ مزید درشت تھا۔

''جی......آپ......'' میں ہکلائی۔

''اس لیے جو آپ سے کہا جا رہا ہے......آپ کیجیے اور بس......ہاں، اس طرح بار، بار انکار کرنے کے طریقے مجھے ہرگز پسند نہیں ہیں......'' اس کا تاؤ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔

''مگر......سر......'' مجھے ان کے اس طرح اچانک غصے میں آنے پر بے حد دکھ سا ہو رہا تھا۔

''سر، میں نے ایسی تو کوئی بات نہیں کہی......جس پر آپ کو اس قدر غصہ آ رہا ہے...... میں نے تو صرف جانے سے انکار کیا تھا۔'' میں نے اپنے آنسو اپنے حلق میں اتار کر بہ مشکل کہا۔

''جی ہاں......آپ نے تو کچھ نہیں کہا......'' اس کا لہجہ مزید بگڑا۔

''آپ کیا چاہتی ہیں؟ اور کیا نہیں چاہتیں......اب یہ فیصلے اس حساب سے تو نہیں ہو سکتے ناں......''

''جی......'' میں واقعی اب حق دق سی انہیں دیکھے جا رہی تھی۔

''میری بات مکمل ہو گئی ہے......انڈر اسٹینڈ!'' وہ اکتائے ہوئے لہجے میں بولے۔

تب میں آنکھوں میں آنسو لیے اس تیزی سے باہر نکلی کہ باہر کھڑی فرزانہ کے چہرے سے میرا سر بری طرح ٹکرایا۔

''یا وحشت......'' وہ اپنے چہرے کو اپنی ہتھیلیوں میں تھامے انتہائی غصے سے مجھ سے کہہ رہی تھی۔

مگر اب میں اندر کی سب باتیں بھول کر یہ سوچ رہی تھی کہ یہ فرزانہ اس طرح چپ چاپ ندیم خان کے کمرے کے باہر کھڑے ہو کر کیا ثابت کرنا چاہتی تھی؟

اور یہ کن سوئیاں کس وجہ سے لے رہی تھی......؟ اور کیوں لے رہی تھی؟

باقی انشاء اللہ آئندہ ماہ پڑھیے